تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں

ریفرنس نمبر: Gul 2332 تاریخ: 15-10-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ تین طلاقیں جب بھی دی جائیں تین ہی ہوتی ہیں، چاہے ایک مجلس میں ہوں یا الگ الگ مجلس میں۔ مگر کچھ لوگوں نے یہ دو احادیث ہمیں بتائی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقیں ایک ہوتی ہے، اس کے بارے میں شرعی رہنمائی فرمائیں کہ ان احادیث کا کیا جواب ہے؟

پہلی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دی تھیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو ایک شمار کیا اور ان کی زوجہ کو لوٹا دیا تھا، اور زوجہ دوبارہ ان کے پاس چلی گئی تھیں۔

دوسری حدیث مسلم شریف کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت کے پہلے دو سال تک تین طلاقیں ایک ہوتی تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

قرآن وحدیث، ائمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور اجماع اہلسنت سے یہ ثابت ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں چاہے ایک مجلس میں دی جائیں یا الگ الگ دی جائیں، اس کے دلائل پر دارالافتاء اہلسنت کا الگ سے تفصیلی فتوی موجود ہے۔ یہاں ہم صرف سوال میں مذکور دونوں احادیث کے جواب لکھیں گے۔

پہلی حدیث کے جوابات:

حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طلاق دینے والی جو احادیث ہیں، ان میں اصح احادیث وہ ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے طلاق بتّہ دی تھی، تین طلاقیں نہیں دی تھیں، طلاق بتّہ میں ایک طلاق کا بھی احتمال ہے اور تین طلاقوں کا بھی احتمال ہے، احادیث کے مطابق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے ایک طلاق دی ہے یا تین، تو

انہوں نے عرض کی کہ میں نے ایک طلاق ہی کی نیت کی تھی، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طلاق شمار فرمائی تھی، مگر بعض راویوں نے تین طلاق والے احتمال کو لے کر معنوی طور پر یہ روایت کر دی کہ انہوں نے تین طلاقیں دی تھیں، حالانکہ معاملہ حقیقت میں ایسا نہیں تھا، نیز حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعے میں جو تین طلاق کی روایت ہے، اس کے راوی مجہول ہیں، اس روایت سے استدلال ہو ہی نہیں سکتا۔

سنن ابی داؤد میں ہے: ”عن عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانۃ عن ابیہ عن جدہ: انہ طلق امرأتہ البتّۃ، فأتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، فقال: ما أردت؟ قال: واحدۃ، قال آللہ؟ قال: آللہ، قال: ھو علی ما أردت“ ترجمہ: عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتّہ دی تھی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری کتنی طلاق دینے کی نیت تھی؟ عرض کی: ایک طلاق کی نیت تھی، فرمایا: کیا تم اللہ کی قسم اٹھاتے ہو؟ عرض کی: جی ہاں اللہ کی قسم ہے۔ فرمایا: پھر اتنی ہی طلاقیں ہیں جتنی کی تمہاری نیت تھی۔
(سنن ابی داؤد، جلد1، صفحہ318، مطبوعہ لاہور)

جس حدیث میں طلاق بتّہ کے الفاظ ہیں، وہ حدیث اصح ہے، اس حدیث سے جس میں تین طلاق کے الفاظ ہیں۔ چنانچہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”قال ابوداؤد: وھذا اصح من حدیث ابن جریج: ان رکانۃ طلق امراتہ ثلاثا، لانھم اھل بیتہ وھم اعلم بہ“ یعنی امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث اصح ہے اس حدیث سے جو ابن جریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین طلاقیں دی تھیں۔ اصح کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہی روایت ہے اور اہل وعیال اپنے گھر کے واقعے کو زیادہ بہتر طریقے سے جانتے ہیں۔ (سنن ابی داؤد، جلد1، صفحہ318، مطبوعہ لاہور)

معالم السنن شرح سنن ابی داؤد میں علامہ محدث ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں جس میں حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین طلاق دینے کا ذکر ہے۔ ”قال الشیخ: فی اسناد ھذا الحدیث مقال لان ابن جریج انما رواہ عن بعض بنی ابی رافع والمجھول لایقوم بہ الحجۃ، وقد روی ابوداؤد ھذا الحدیث باسناد اجود منہ ان رکانۃ طلق امراتہ البتۃ۔۔۔۔۔ قال الشیخ: قد یحتمل ان یکون حدیث ابن جریج انما رواہ الراوی علی المعنی دون اللفظ، وذلک ان الناس قد اختلفوا فی البتۃ، فقال بعضھم ھی ثلاثۃ، وقال بعضھم ھی واحدۃ، وکأن الراوی لہ ممن یذھب مذھب الثلاث، فحکی انہ قال: انی طلقتھا ثلاثا، یرید البتۃ التی حکمھا عندہ حکم الثلاث، واللہ اعلم“ ترجمہ: شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: اس حدیث کی اسناد میں کلام ہے، کیونکہ ابن جریج

رحمہ اللہ نے اسے بنی ابی رافع کے بعض لوگوں سے روایت کیا، (اور وہ بعض لوگ مجہول ہیں) اور مجہول سے دلیل نہیں لائی جاسکتی۔ ابوداؤد رحمہ اللہ نے اسی حدیث کو بہترین اسناد کے ساتھ ان الفاظ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ کو طلاق بتہ دی تھی۔۔۔۔۔۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا اس بات کا احتمال ہے کہ ابن جریج رحمہ اللہ سے جو حدیث روایت ہے وہ الفاظ میں روایت نہ ہو بلکہ معنی کے اعتبار سے روایت کی گئی ہو، کیونکہ طلاق بتّہ میں لوگوں کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک یہ تین طلاقیں ہیں اور بعض کے نزدیک یہ ایک طلاق ہے، جس راوی نے اس کو تین طلاق کے الفاظ سے روایت کیا اس کا موقف گویا کہ وہی تھا کہ جو طلاق بتّہ کو تین طلاقیں شمار کرتے تھے، تو اس نے الفاظ تین طلاق کے روایت کیے، مگر اس کی مراد وہی طلاق بتّہ تھی جس کا حکم اس کے نزدیک تین طلاقوں والا تھا۔

(معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، جلد2، صفحہ448، مطبوعہ بیروت)

امام محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف النووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”أما الروایة التی رواھا المخالفون ان رکانة طلق ثلاثا فجعلھا واحدة ،فروایة ضعیفة عن قوم مجھولین ،وانما الصحیح منھا ما قدمناہ انہ طلقھا البتة، ولفظ البتة محتمل للواحدة وللثلاث، ولعل صاحب ھذہ الروایة الضعیفة اعتقد ان لفظ البتة یقتضی الثلاث فرواہ بالمعنی الذی فھمہ وغلط فی ذلک “ترجمہ: وہ روایت جو مخالفین نے ذکر کی ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین طلاقیں دی تھیں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ایک شمار کیا، یہ ضعیف روایت ہے، مجہول لوگوں سے روایت ہے۔ اس میں صحیح روایت وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی کہ انہوں نے طلاق بتّہ دی تھی اور بتّہ کا لفظ ایک طلاق کا احتمال بھی رکھتا ہے اور تین کا بھی احتمال رکھتا ہے، جس راوی نے تین طلاق کا لفظ ذکر کیا اس کے گمان کے مطابق لفظ بتّہ تین کا تقاضا کرتا تھا، اس لیے اس نے معنوی طور پر تین طلاق کا ذکر کر دیا جو کہ غلط ہے۔

(شرح صحیح مسلم، جلد10، صفحہ64، مطبوعہ قاھرہ)

وقار الفتاوی میں ہے: ”صحیح یہی ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین طلاقیں نہیں دی تھیں، بلکہ طلاق بتہ دی تھی، راوی نے اپنی روایت میں بتہ کے معنی تین سمجھ کر ثلاث کا لفظ بڑھا دیا، کیونکہ بتہ کا لفظ ایک اور تین دونوں کا تھا، لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت رکانہ سے پوچھا، تو انہوں نے عرض کیا کہ میری نیت ایک کی ہے، جیسا کہ اوپر صحیح روایت میں نقل کیا گیا۔“ (وقار الفتاوی، جلد3، صفحہ170، مطبوعہ کراچی)

دوسری حدیث کے جوابات:

محدثین وفقہاء نے اس حدیث پاک کے بارے میں فرمایا کہ اول زمانہ میں جب طلاق دی جاتی تھی، تو الفاظ اگرچہ تین مرتبہ طلاق کے بولے جاتے تھے، مگر پہلی مرتبہ طلاق کے الفاظ طلاق کے لیے ہوتے تھے اور دوسری اور تیسری مرتبہ کے

الفاظ طلاق کے لیے نہیں، بلکہ تاکید کے طور پر بولے جاتے تھے، اس لیے ایک طلاق شمار ہوتی تھی، کیونکہ طلاق دی ہی ایک جاتی تھی، پھر بعد میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں نے تین مرتبہ طلاق کے الفاظ تین طلاقوں کے لیے ہی بولنا شروع کر دیا، تو انہوں نے تین طلاقیں ہی شمار کیں۔ نیز "تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں" کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا کہ اب جو نتیجہ لوگ تین طلاقوں سے حاصل کرتے ہیں (کہ نکاح ختم ہو جائے)، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں وہی نتیجہ ایک طلاق سے حاصل کیا جاتا تھا۔

شیخ الاسلام، امام، محدث محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف النووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اما حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما فاختلف العلماء فی جوابه وتاویله، فالاصح ان معناه، انه کان فی اول الامر اذا قال لها انت طالق انت طالق انت طالق لم ینو تاکیدا ولا استئنافا یحکم بوقوع طلقة لقلة ارادتهم الاستئناف بذلک، فحمل علی الغالب الذی هو ارادة التاکید، فلما کان فی زمن عمر رضی اللہ تعالی عنه وکثر استعمال الناس بهذه الصیغة وغلب منهم ارادة الاستئناف بها حملت عند الاطلاق علی الثلاث عملا بالغالب السابق الی الفهم منها فی ذلک العصر" ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے بارے میں علماء نے مختلف جوابات ارشاد فرمائے، صحیح یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اول زمانہ میں جب شوہر، زوجہ سے کہتا کہ تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق، جس میں وہ تاکید یا نئی طلاق کے واقع ہونے کی نیت نہ بھی کرتا، تب بھی ایک طلاق واقع ہوتی، کیونکہ دوسرے اور تیسرے الفاظ سے نئی طلاق دینے کی نیت کم ہی ہوتی تھی، غالب طور پر تاکید کا ارادہ ہوتا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے کثرت سے طلاق کے صیغے بولنا شروع کر دیئے اور ان سے غالب طور پر نئی طلاق ہی کا ارادہ ہوتا تھا، تو پھر ان تین صیغوں کو تین طلاقیں ہی شمار کیا جانے لگا، کیونکہ اس زمانے میں غالب طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ تین صیغوں سے تین الگ الگ طلاقیں دی گئی ہیں۔ **(شرح صحیح مسلم، جلد10، صفحہ64، مطبوعہ قاھرہ)**

فتح القدیر جلد3، صفحہ 453، مطبوعہ کوئٹہ اور تبیین الحقائق میں ہے: "واللفظ للتبیین: والجواب عن الحدیث الاول من وجهین: احدهما انه انکار علی من یخرج عن سنة الطلاق بایقاع الثلاث واخبار عن تساهل الناس فی مخالفة السنة فی الزمان المتاخر عن العصرین کانه قال: الطلاق الموقع الآن ثلاثا کان فی ذینک العصرین واحدة کما یقال کان الشجاع الآن جبانا فی عصر الصحابة اجمعین۔ والثانی ان قول الزوج انت طالق انت طالق انت طالق، کانت طلقة واحدة فی العصرین لقصدهم التاکید والاخبار، وصار الناس بعدهم یقصدون به التجدید والانشاء فالزمهم عمر ذلک لعلمه بقصدهم" ترجمہ: پہلی حدیث (یعنی ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث) کا جواب دو طریقے سے دیا گیا ہے، ایک جواب یہ ہے کہ یہاں اس شخص کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جو طلاق کے سنت طریقے کو چھوڑ کر تینوں طلاقیں ایک ساتھ واقع کرتا ہے، اور خبر دی گئی ہے کہ پہلے دو زمانوں کے بعد لوگ سنت کی مخالفت کرتے ہوئے تساہل میں مبتلا ہو گئے تھے تو ان کے لیے کہا گیا کہ آج جو تین طلاقیں دی جاتی ہیں، پہلے دو زمانوں میں یہ ایک طلاق دی جاتی تھی۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ جو شخص آج بہادر سمجھا جاتا ہے وہ صحابہ کے زمانہ میں بزدل سمجھا جاتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ پہلے دو زمانے میں جب شوہر تین مرتبہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، کہتا تھا تو وہ ایک طلاق ہی دیتا تھا کیونکہ باقی دو مرتبہ طلاق کے الفاظ سے وہ تاکید اور خبر کا ارادہ کرتا تھا، بعد میں لوگ تینوں الفاظ سے الگ الگ طلاق دینے کا قصد کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ارادے کو جانتے ہوئے تین لازم کر دیں۔

(تبیین الحقائق، جلد3، صفحہ26، مطبوعہ کراچی)

یاد رہے کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان عرف وعادت کا اختلاف صرف اسی طلاق کے مسئلے میں نہیں تھا، بلکہ احادیث سے دیگر مسائل میں بھی ان زمانوں میں عرف وعادت کا اختلاف ثابت ہے، جیسا کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عورتیں مسجد میں آکر نماز پڑھتی تھیں، بلکہ احادیث میں فرمایا گیا کہ انہیں مسجد میں آنے سے منع نہ کرو، مگر جب عادتیں بدل گئیں، لوگوں میں فساد کی ابتدا ہوئی، تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی تائید فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اگر اس زمانے میں ہوتے، تو وہ بھی منع فرما دیتے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے: ”عن عمرة عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، قالت: لو أدرک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل قلت لعمرة: أو منعن؟ قالت: نعم“ ترجمہ: حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس زمانے کو پاتے جس میں عورتوں نے فساد پیدا کر لیے ہیں، تو انہیں مسجد میں آنے سے روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا، راوی کہتے ہیں میں نے حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روکا گیا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔

(الصحیح لبخاری، جلد1، صفحہ190، مطبوعہ لاھور)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ عبد الرحمن بن احمد بن رجب بغدادی حنبلی رحمہ اللہ اپنی کتاب فتح الباری میں فرماتے ہیں: ”تشیر عائشة رضی اللہ عنہا الی ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یرخص فی بعض ما

یرخص فیه حیث لم یکن فی زمنه فساد ،ثم یطرء الفساد ویحدث بعده ،فلو أدرک ما حدث بعده لما استمر علی الرخصة ،بل نھی عنه ،فانه انما یأمر بالصلاح وینھی عن الفساد "ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس طرف اشارہ فرمارہی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بعض چیزوں میں اس لیے رخصت عطا فرماتے تھے کہ ان کے زمانے میں فساد نہیں تھا، پھر فساد طاری ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے بعد پیدا ہوا، تو اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اس فساد کے زمانے کو پاتے، تو رخصت برقرار نہ رکھتے، بلکہ اس سے منع فرما دیتے کیونکہ آپ اصلاح والا حکم ارشاد فرماتے اور فساد سے منع فرماتے تھے۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی، جلد5، صفحہ308، مطبوعہ ریاض)

محیط برہانی میں ہے:"عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ :انه نھی النساء عن الخروج الی المساجد ،فشکون الی عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنھا، فقالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنھا: لو علم النبی علیه السلام ما علم عمر ما أذن لکم فی الخروج "ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا، تو عورتوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جو عمر جانتے ہیں اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ دیکھتے، تو تمہیں مسجد میں آنے کی اجازت نہیں دیتے۔

(محیط برھانی، جلد2، صفحہ102، مطبوعہ بیروت)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی

08ربیع الاول 1443ھ/15اکتوبر 2021ء

الجواب صحیح

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net کے ذریعے کی جاسکتی ہے